

کے گھر پڑا ہوا ہے۔ اُسے ہمیشہ یہی دھن سوار تھی ہے کہ روپوں کا خزانہ کیسے ہاندھ آجائے طرح طرح کے مخصوصے باندھنا ہے طرح طرح کی تدبیریں سوتیا ہے لیکن گھر سے باہر نہیں نکلا۔ ہاں جب خوب اندھیرا ہو جاتا ہے تو وہ ایک بار مکمل کے کتب خانہ میں ڈینے جاتا ہے۔ اپنے شہر اور حبوبے کی بخروں کے لئے اس کی طبیعت بے قرار تھی ہے۔ اس نے ذہن میں دیکھا جو دینا تھا اخباروں میں جھپوایا تھا لیکن اسے اس پر اعتبار نہ آیا۔ کون جانے پولیس نے اُسے گرفتار کرنے کے لئے یہ جال پھیلایا ہوا۔ روپے کس نہ پکائے ہوئے گئے غیر ممکن۔

ایک دن اسی اخبار میں رمانا نٹھ کو جا لپا کا ایک خط چھپا ہوا ملار جمال پانے دردناک اور عابزانہ الفاظ میں اس سے گھروٹ آنے کی اسدرعا کی تھی۔ اس نے لکھا تھا تمہارے ذمہ کسی کی رقم ہیں آتی۔ تم کسی طرح کا انداز لشیت ملت کرو۔ میں نے پانی بانی بیباق کر دیا ہے رما کا دل لیچا اٹھا۔ لیکن معا خیال آیا یہ بھی پولیس کی شرارت ہو گی۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ جا لپا ہی نے یہ خط لکھا۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ روپے گھروالوں نے ادا ہی کر دیے ہوئے تو کیا اس حالت میں بھی وہ گھر جا سکتا ہے۔ مارے شہر میں اس کی بدنامی ہر جی ہو گی۔ پولیس میں الٹا ع ہو چکی ہو گی۔ اسے منہ کھانا مشکل پہنچانے کا۔ اس نے طے کیا ہی نہیں ہے۔ اسکے کم پانچ ہزار روپے ہاتھ نہ آ جائیں گے۔ وہ گھر جانے کا نام نہیں گا۔ اور اگر اب تک روپے ادا نہ ہوئے اور پولیس اس کی نلاش میں ہے تو وہ کبھی نہیں گھر جا سکتا۔

دیجی دین کے گھر میں دو کھڑیاں تھیں اور سامنے ایک برآمدہ تھا۔ برآمدہ میں دکان تھی ایک کوٹھری میں کھانا لیکتا تھا۔ دوسرا کوٹھری میں برتن بھاڑے رکھے ہوئے تھے اور پہلے ایک کوٹھری تھی اور جپوئی طسی کھلی ہوئی تھی۔ رہما اسی بالاخانہ پر رہتا تھا۔ دیجی دین اور اس کی بڑھی کے درینے اور سونے کا خاص مقام نہ تھا۔ رات کو دکان

بڑھ جلنے کے بعد وہی برلندہ خواب گاہ کا کام دیتا تھا اور دونوں وہیں پڑے رہتے تھے۔ دیوبن کا کام چل مہنا اور سارے دن بگین بارنا تھا۔ دیکان کا سارا کام بڑھیا کرتی تھی، مددی بجا اسٹین سے مال بھیجنایا لانا یا بار بھی اسی کے سر تھا۔ دیوبن دین گا بکون کو بیخانتا تک نہ تو بیخا بیخا رامائی طوطا مینا۔ راس لیلایا مانا مریم کی کہانی پڑھا کرتا تھا۔ جب سے رہا اگدید بڑھ کو انگریزی پڑھنے کا شوق چرا یا ہے۔ سویرے پہاڑ پر المزے کر آ بیعتا ہے اور فرم بجے تک حروف پڑھتا تھا ہے۔ زیغ زیغ می لطیفی بھی سنا تاجا تھا ہے جن کا ان کے پا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ ملکر جلو بڑھیا کو راما کا اُسن جانا اچھا نہیں لگتا، وہ اسے اپنا نیم تو بنائے ہوئے ہے، حساب کتاب اسی سے لکھواتی ہے، لیکن اتنے ذرا سے کام کے لئے وہ اتنا بڑا بھار نہیں اٹھا نچا ہتی۔ یہ کام تروہ گا بکون سے یونہی کرایا کرتی تھی۔ اس نکے رہا کار بنا اسے کھلتا تھا۔ لیکن رہا اتنا منکر مزاج اتنا خلیق اور اتنا فرمان بردہ ہے کہ وہ علا نیہ کچھ کچھ نہیں سکتا۔ اسی دوسروں پر کھکھ کر اشارہ کرنا، اس سے سُناؤنا دل کا بخار نکالنی رہتی ہے، رہائے اپنے کو بہمن کچھ رکھا ہے اور زہبیت کا سوا انگ رچے ہوئے ہے۔ بہمن اور دہر ما تمابن کو رہا ان دونوں کا محدود مبن سکتا ہے۔ بڑھیا کے مزاج سے وہ واقف ہے لیکن کرے کیا۔ بے حیاتی کرنے پر مجبور ہے حالات نے اس کی خودداری کا خاتمه کر دیا ہے۔

ایک دن رہا نامہ کتب خانہ میں بیٹھا ہوا اخبار پڑھ رہا تھا اسے رتن نظر پڑا۔ رتن کے اذانت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کی تلاش کر رہی ہے، رہا کا سینہ وحاشی دھک کرنے لگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ رتن کی نگاہ اس پر ٹھیک ہے۔ یہ بیہاں نہ جانے کہاں آئیں ہی۔ وہ رتن کی آنکھ بھی کسر کو ہمکار کر کر سے نکل گیا۔ اور پچھے کے امدادیے برآمدے میں جہاں پڑائے تو ٹھوٹے پھوٹے صندوق اور کرسیاں پڑی نہیں جھیپٹھارا رہا۔ رتن سے ملنے اور گھر کے حالات پوچھنے کے لئے اس کا دل پڑھ پڑھ رہا تھا لیکن مارے

رم کے سلسلے میں اسکا تھا، اس سے پوچھنے کی لکھتی ہی باتیں لکھیں رخا ص کروہ یہ جاننا چاہتا
تاکہ اس کی نسبت جاپاں کے کیا خیالات ہیں، اس سے ناراضی تو ہمیں ہے۔ اُسے مکار
ور دخا باز تو ہمیں سمجھتی، رو قی تو ہمیں ہے۔ دبلي تو ہمیں ہو گئی ہے۔ محلہ کے اور لوگوں
کے کیا خیالات ہیں۔ کیا گھر کی تلاشی ہوئی ہے مقدر مہ چلا۔ ایسی ہی ہزاروں باتیں
اس کے ذہن میں لکھیں۔ مگر منہ کیسے دکھا کے وہ جھانک جھانک کر دیکھتا رہا جب
وڑھلی گئی تب اس کے دل کو سکون ہوا۔ اس دن سے ایک ہفتہ تک وہ کتب خانہ
نہ گیا گھر سے نکلا تک نہیں۔

کبھی پڑے پڑے رہا نا تھا کاجی ایسا گھر اپنا تھا کہ نہانہ میں جا کر سدی روکدا
کہہتا کے جو کچھ ہونا ہے ہو جائے۔ دو چار سال کی قید اس دامی جس سے تو اچھی ہے
پھر وہ از سر نوزندگی شروع کرے گا اس کی زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز ہو گا لیکن
ایک ہی طے میں بہت ٹوٹ جاتی ہے۔

اس طرح دو ہمیں اور گذر گئے۔ پوس کا مہینہ آپنی رہا کے پاس جاڑوں کا کوئی
کپڑا نہ تھا، گھر سے تو کوئی چیز لا یا ہی نہ تھا، بیباں بھی کوئی چیز نہ بنو سکا اب تک تو اس
نے دھو قی اور ٹھہر کر کسی طرح راتیں کاٹیں۔ مگر پوس کے کڑکرواتے جاڑے سے لحاف یا کبل
کے بغیر کسے کٹے رہے بیچارا رات بھر گھری بنا رہتا۔ جب بہت سردی لکھتی تو بھیا ون اور
لیتا۔ دبی دین نے اُسے ایک پڑانی دری بچانے کو دیدی لکھی۔ اس کے گھر میں شاید یہی
سب سے اچھا تھا۔ اس طبقہ کے آدمی چلہے دس ہزار کے گھنے پین لیں، رشا ذی بیاہ
میں دس ہزار خرزج کر دی۔ لیکن بچاؤں گو در بھی رکھیں گے۔ اس سڑھی ہوئی دری سے
جاڑا اچلا کیا جاتا، مگر کچھ نہ ہونے سے اچھا ہی تھا۔ راما رے شرم کے دبی دین سے پکھو
کہہ نہ سکتا تھا اور دبی دین بھی شاید انہا صرف کثیر نہ برداشت کرنا چاہتا تھا یا ممکن ہے
اس کے ذہن میں یہ حضورت آئی ہی نہ ہو۔ جب دن ڈھلنے لگا تو رہا رات کی تکلیف

کا خیال کر کے نیم جان پہنچانا تھا۔ گویا کافی بلا دوڑی پلی آتی ہو رات کو بار بار گھر طک گھول کر دیکھتا کہ سورا ہونے میں کتنی دیر ہے۔

ایک دن شام کو وہ کتب خانہ جا رہا تھا کہ اس نے دیکھا ایک بڑی کوٹھی کے ساتھ نہ رادوں کٹھلے جمع ہیں۔ مجھ کے اندر محسوس کردیکھا تو معلوم ہوا کوئی سیٹھی جی مکملوں کا دان کر رہے ہیں۔ کبیل بہت گھٹیا تھے پتے اور لکھ مغل خلقت ایک پر ایک لٹپٹی تھی، رما کے جی میں آیا کہ ایک مکبل لے لوں یہاں مجھے کون جانتا ہے۔ اگر کوئی پہچان لجی لے تو کیا ہو جائے اگر غریب برہمن خیرات کا متھی ہیں تو اور کون ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک ہی طحی میں اس کی غیرت بیدار ہو اٹھی۔ کھدو رہاں گھر اتنا کتا رہا پھر اگے بڑھ گیا۔ اس کے لئے پر تک دیکھ کر نیم نے سمجھ لیا یہ برہمن ہے اسے سارے لکھلوں میں خال ہی برہمن تھے برہمنوں کو خیرات دینے کا ثواب کھو اور ہی ہے۔ نیم دل میں خوش تھا کہ ایک برہمن دیوتا دکھائی تو دیتے۔ اس نے جب اس نے رما کو جاتے دیکھا تو بولا۔ پہنڈت جی کہاں پہلے گئے مکبل تو لیتے جا یئے۔

رمائپر گھروں پانی پڑ گیا۔ اس کے منہ سے صرف انسا سکلا۔ مجھے ضرورت ہیں۔ یہ کہہ کر پھر وہ بڑھا۔ نیم تجھے سمجھا شاید کبیل گھٹیا دیکھو کر دیوتا جی روکھے جا رہے ہیں ایسے غیرت مند دیوتا سے اپنی زندگی میں شاید کہی ملے ہی نہ تھے۔ کوئی دوسرا برہمن ہوتا تو وہ چارچینی پھر طریقہ باقی کرنا اور کوئی اچھا سا مکبل مانگتا۔ یہ پہنڈت جی بغیر کچھ کہے ستفنا کی شان سے چل جا رہے ہیں تو ضرور کوئی مہاتما ہونگے۔ اس نے پک کر رما کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولا۔

آئیے تو مہاراج آپ کے لئے چوکھا مکبل رکھا ہے، یہ تو لکھلوں کے لئے ہے رما نے دیکھا کہ بغیر مانگے ایک جیز مل رہی ہے بلکہ زبردستی گلے لگا کی جا رہی ہے تو وہ دو پہار بارہ نہیں ہیں کہ نیم کے ساتھ اندر چلا گیا۔ نیم نے اسے کوٹھی میں لے جا کر تخت

پر بیٹھا دیا اور ایک بھاری دبیر کبل ان کی نذر کیا۔ رہا کی بے نیازی کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے پانچ روپے دکھنا کے دینا چاہا۔ مگر رہانے اُس سے لینے سے صاف انکار کر دیا۔ کبل لے کر ہی اسکا خاندانا نی سڑ و مجر درج ہو چکا تھا۔ دکھنا کے لئے ہاتھ پھیلانا اس کے لئے غیر ممکن ہو گیا۔

شمیم نے حیرت سے کہا۔ آپ دکھنا نہ لیں گے تو سٹیجہ جی کو بڑا رنج ہو گا۔

رمائے خود دارانہ اداز سے کہا۔ آپ کی خدمت سے یہی نے کبل سے لیا۔ لیکن دکھنا ہیں لے سکتا۔ مجھے روپے کی ضرورت ہیں جس باوجی کے گھر لٹھرا ہوں وہ مجھے بھوجن دیتے ہیں اور مجھے نے کر کیا کرنا ہے۔

شمیم۔ سٹیجہ جی مایں گے ہیں۔

رمائے آپ میری طرف سے تکہہ دیجئے گا۔

شمیم۔ آپ کے تیاگ کا دھنیہ ہے۔ ایسے ہی برہمنوں سے دھرم کی مریادا بندی ہوئی ہے کچھ دیا اور مبینے سٹیجہ جی آتے ہی ہونگے۔ آپ کے درشنوں سے بہت پرس ہونگے۔ برہمنوں کے برم بھگت ہیں ترکال ندھیا کرتے ہیں۔ مہاراج تین بجے رات کو گنگا نت پر پہنچ جاتے ہیں اور وہاں سے آکر لوچن پر سٹیجہ جاتے ہیں۔ وہ سب کے بعد کا بھوگ لگاتے ہیں۔ روپر کو بھوجن پاتے ہیں۔ تین سچار بجے ندھیا کرنے چلے جاتے ہیں۔ آپ کا استھان کہاں ہے۔

رمائے پریاگ نہ بتلا کر کاشی بتلایا۔ اس پر شمیم جی کا اصرار اور بھی بڑھا لیکن رہا کو یہ خوف ہو رہا تھا کہ کہیں سٹیجہ جی نے کوئی مذہبی بحث چھپر دی تو ساری قلمی کمل جائے گی۔ کسی دوسرے دن آنے کا وعدہ کر کے کلا چھپڑا یا۔

ذبیحے وہ کتب خانے سے لوٹا تو درہاتھا کہ کہیں دیبی دین نے پوچھا کہ کبل کہاں سے لائے کیا جواب دفنگا۔ کوئی بہانہ ضروری تھا اس نے سوچا کہہ دنگا

ایک پہچان والے کی دکان سے ادھما لائیا ہوں۔

دیبی دین نے مکمل دیکھتے ہی پوچھا۔ سیٹھ کو دری مل کے بیان ہنسنگئے کیا مہارا جا؟
رانے پوچھا کون سیٹھ کو دری مل رہا۔

دیبی۔ اسے وہی جس کی لالا کو لکھی ہے۔

رمائوں بہانہ نہ کر سکا۔ بولا۔ ہاں نیم جی نے گلے لگا دیا۔ سیٹھ جی بڑے دھرا تما

آدمی ہیں۔

دیبی دین نے سکرا کر کہا، بڑے دھرا تما ہیں، اسہی کے نقا مے تو دھرتی لکھی ہوئی
ہے نہیں اب تک مت لکھی ہوتی۔

رمائام تو دھرا تماوں کا کرتے ہیں۔ من کا حال ایشور جانے جو مارے دن
پوچھا پاٹ میں لکھا رہے اسے دھرا تما نہیں تو اور کیا کہا جائے۔

دیبی۔ اسے پائی کہنا چاہئے، مہا پاپی۔ دیا تو کسی کے پیچھے پھٹکنے بھی نہیں پاتی
مظلوموں کے ساتھ جتنی کڑاں اس کے مل میں ہوتی ہے اور کہیں نہیں ہوتی۔ آدمیوں کو
ہنڑوں سے پٹوٹا اسے ہنڑوں سے چڑبی ملا لگی بیکرا اس نے لاگھوں کا کے۔ کوئی نوکر
ایک منٹ کی بھی دیر کرے تو اس کی مجروری کاٹ لیتا ہے۔ مگر سال میں دوچار ہزار
دان نہ کر دے تو پاپ کا دھن پچے کیسے۔ میں نے تو جتنے پچاری دیکھے سب کو پھر یہ
پایا۔ پھر پوچھتے ان کے دل بھی پھر موجودتے ہیں، آدمی کچھ بن کرے من میں دیا
بنائے رکھئے یہی سو دھرم کا ایک دھرم ہے۔

دن کی رکھی ہوئی رو سیاں کھا کر جب رما مکبل اور ہر کریٹا تو اس کا صہیر اس پر
ملامت کرنے لگا۔ درشت میں اس نے ہزاروں روپے مارے تھے مگر کبھی ایک تھج کے
لئے بھی اسے باطنی خلش نہ ہوئی لفظی درشت عقل سے ہعیاری سے، رعب سے مٹتی
ہے۔ دان نکلتے پست بہت اور نگے سیاروں کا سہارا ہے، وہ سوچ رہا تھا میں

اتنے دلیں ہو گیا ہوں کہ کھانے اور پیروں کے لئے مجھے خیرات لینا پڑتا ہے وہ دیسی دین کے گھر دہمی سے پڑا تھا مگر دیسی دین اسے محتاج نہیں بہان سمجھتا تھا، رمل کے دل میں ایسا ہیجان ہوا کہ اسی وقت تھا نے میں جا کر اپنی سرگزشت کہہتا کے۔ یہ تو ہو گا کہ دو تین سال کی سزا ہو جائے گی۔ پھر تو دل میں یہ علش ہو گی کہیں ڈوب کر مر جائے اس طرح زندہ رہنے سے فائدہ ہی کیا۔ نہ گھر کا ہوں نہ گھاٹ تک۔ دوسروں کی پورش تو کیا کر دن گا اپنے ہی لئے دوسروں کا محتاج ہوں۔ رمانے فصیلہ کیا کل وہ کام کی تلاش میں نکلنے کا جو کچھ ہونا ہے ہو۔

(۳۶)

ابھی رہا منہ باخود ہو رہا تھا کہ دیسی دین پر امیر کے کام پنچا اور بولا۔ کھیا یہ تھا کی انگریزی بُڑی بُکٹ ہے۔ ایس آئی۔ اُر سرپوترا ہے تو پی۔ آئی۔ قبیل پُکٹ کیوں ہو جاتا ہے۔ بُد ریو۔ قبیل پُکٹ ہوتا ہے۔ تو پی۔ یو۔ قبیل پُکٹ کیوں ہوتا ہے۔ ملہیں بُجی بُڑی کھمن لگتی ہو گی۔

رمانے مکرا کر کہا۔ پہلے تو کھمن لگتی تھی مگر اب تو اس ان معلوم ہوتی ہے۔ دیسی دین۔ جس دن پر امیر ختم ہو گی مہماں بیرجی کو سوا بیر لڑچڑھاؤں گا۔ پر امیر کا مطلب ہے پرانی اسڑی مر جائے۔ میں کہتا ہوں ہماری مرے۔ پرانی کے منے سے ہمیں کیا سکھ۔ تھارے بال بچے توہین بھیا۔ رمانے اس انداز سے کہا۔ گویا ہیں۔ لیکن نہ ہونے کے برابر ہیں مہاں ہیں تو۔

دیسی۔ کوئی چھٹی چھاتی آئی تھی۔

رہا منہ۔

دیجی۔ اور تم نے لکھی۔ ارسے تین مہینہ سے کوئی چھپی ہی نہیں لمحبی۔ گھبرتے نہ ہوں گے لوگ۔

رماء حبب تک یہاں کوئی صورت نہ پیدا ہو جائے کیا خط لکھوں۔

دیجی۔ ارسے بھلے آدمی لکھ دو۔ میں یہاں خیریت سے ہوں۔ گھر سے بھائی کے

ہو۔ اسی لوگوں کو کتنی چنتا ہو رہی ہوگی۔ ماں باپ توہین نا۔

رماء بناں ہیں تو۔

دیجی دین۔ تو یہاں آج ہی چھپی ڈال دو۔ میری بات مانو۔

رمانے اب تک اپنی اصلاحیت کو چھپا یا تھا۔ اُسے کمی بارخواہش ہوئی کہ دیجی

دین سے سارا حال کہہ دے۔ مگر بات ہونٹوں تک آگر کرک جاتی تھی۔ وہ دیجی دین کے

منہ سے اس کا فیصلہ سننا چاہتا تھا، وہ جانتا چاہتا تھا کہ وہ کیا اصلاح دیتا ہے اس

وقت دیجی دین کی ہمدردی نے اسے مغلوب کر دیا بولا۔ میں گھر سے بھاگ آیا ہوں۔

دیجی دین نے موکھوں میں سکرا کر کھا۔ میں جانتا ہوں۔ مگر والی سے ٹھنگی کی ہوگی
وہ کہتی ہوگی۔ میں الگ رہوں گی تم کہتے ہو گے میں ماں باپ سے الگ مزدہ ہوں گا۔ یا
گھنٹوں کے لئے صند کرتی ہو گی۔ سیکوں؟

رمانے شریتے ہوئے کہا۔ کچھ الی ہی بات تھی۔ دادا۔ وہ تو ہنٹوں کے لئے صند
نہ کرتی تھیں، لیکن پا جاتی تھیں تو خوش ہوتی تھیں اور میں محبت کے فرشہ میں آگاہی پیچا
پکھننے موجھا تھا۔

دیجی دین کے منہ سے گویا آپ ہی آپ نکل گیا۔ سرکاری رقم توہین اڑا دی۔
رمائکا سینہ دھنک سے ہو گیا۔ وہ سرکاری رقم کا معاملہ اس سے چھپا یا چاہتا
تھا۔ دیجی دین کے اس سوال نے گویا اس کی سوتی ہوئی فوج پر چھاپ مارا۔ اس کے چہرہ
کارنگ اڑا گیا۔ وہ یکا بیک کچھ فیصلہ نہ کر سکا کہ اس کا جواب کیا دوں۔

دیجی دین اس کے بشرط سے تاڑ لگایا کہ اس نے کوئی دل آزار بات کہہ دی۔ رزم
پر مرہم رکھتے ہوئے بولا۔ دل کی لگن بڑی بے طہب ہوتی ہے۔ بھیا تم تو ابھی لڑکے ہو۔
غین کے ہجاؤں مگر مے ہر سال ہوتے ہیں۔ تحقیقات کی جائے تو ایک ہی بات نکلے
گی۔ رگنا دس۔ بیس دار داتی تو اسی انہی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ میرودگ ہی ایسا
ہے۔ عورت منہ سے تو یہی کہتی جاتی ہے کہ یہ کیوں لائے۔ یہ کیوں لائے۔ روپے کہاں
سے آئیں گے۔ دل میں پھولی نہیں سمائی۔ بیس ایک ڈاک بالور ہتھے تھے۔ یہجاں سے
نے چھری سے گلا کاٹ لیا۔ ایک دوسرے میاں صاحب کو جانتا ہوں جن کو پانچ
سال کی سزا ہو گئی۔ جیل میں مر گئے۔ ایک تیرے پنڈت جی کو جانتا ہوں جنہوں نے
اپنیں کہا کہ جان دے دی۔ بُرا وگ ہے دوسروں کو کیا کہوں، میں ہی تین سال کی سزا
کاٹ چکا ہوں۔ جوانی کی بات ہے، جب اس بڑھیا پر جو بن تھا نئی نئی تو جیسے کلیچ پر
تیر چلا دیتی تھی۔ میں ڈاکبہ تھا منی آرڈر نکیم کا کتنا تھا۔ یہ کافی کافی کے لئے
جان کھا رہی تھی۔ سونے ہی کے لوں گی۔ بچہ پر تو نہ چھایا ہو اتنا رینی آمدی
کی دنیگیں مارتا رہتا تھا۔ کبھی بچوں کی ہمارلاتا، کبھی مٹھائی، کبھی عطر خصلیں۔ سہر کا ملک
تھا۔ منی آرڈر بہت آتے تھے۔ ایک دن ایک منی آرڈر پر میں نے جھوٹے دستک کر کے
روپے اڑا لئے۔ کل تیس روپے تھے۔ بچوں کا کردیئے اتنی کھس ہوئی کہ کچھ نہ پوچھو۔
لیکن ایک ہی مہینہ میں چوری پکڑ لی گئی۔ تین سال کی سزا ہو گئی۔ سما کاٹ کر نکلا تو
یہاں بھاگ آیا۔ پھر کبھی کھر نہیں گیا۔ ہاں ہر چھٹی بھیج دی۔ بڑھیا کھر پاتے ہی چلی
آئی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر کہنوں سے اس کا بیٹھنی بھرا جب، دیکھو کوہنہ کچھ بتا ہی رہتا
ہے۔ ایک پیچ بناوی۔ کل اسی کو توڑ کر دوسری پیچ بنوائی۔ میری تو ایک صلاح ہے۔
لگر ایک پیچھی بھیج دو۔ لیکن نہیں پوںس تھا ری توڑہ میں پوگی۔ کہیں سراغ مل گیا تو
کام بگڑ جائے گا۔ کہو تو میں کسی سے ایک پیچھی لکھا کر بھیج دوں۔

رمانے سر بلاؤ کر کہا رہیں دادا غصب ہو جائیگا۔ پولیس سے زیادہ توجہ گھروالوں
کا خوف ہے۔

دیبی۔ ڈر پولیس کا ہے کہ گھروالوں کا۔ گھروالے سن کر کھوس ہوں گے، پولیس
وابے سمجھا کر ادین گے۔

رم۔ میں سزا سے بالکل نہیں درتا تم سے کہا ہے، ایک دن مجھے کتب خانہ
میں جان پہچان کی ایک عورت نظر پڑی۔ ہمارے گھر بہت آتی جاتی تھی۔ ایک بڑے
وکیل کی بیوی ہے اسے دیکھتے ہی میری نافرمانی مرگی رائی است پٹا یا کہ اس کی طرف
تاکنے کی بہت نہ پڑی۔ اگر اس وقت اس سے دوچار باتیں کر لیتا تو گھر کی ساری حالت
معلوم ہو جاتی۔ اور مجھے یہ بھی لقین ہے کہ وہ اس ملاقات کا کسی سے ذکر نہ کرتی۔
میرے گھر میں بھی لقین ہے کہ وہ اس ملاقات کا کسی سے ذکر نہ کرتی۔ میرے گھر
میں بھی کسی سے نہ کہتی۔ لیکن میری بہت نہ پڑی۔

دیبی۔ تو پھر اسی کو کیوں نہیں ایک چھپی لکھتے۔

رم۔ چھپی تو مجھ سے نہ کہی جائے گی۔

دیبی۔ کب تک چھپے بیٹھے رہو گے۔

رم۔ دیکھا چلے گی۔

دیبی۔ پولیس تو تمہاری لوبی میں ہو گی۔

رم۔ یہی تو خوف ہے۔

دیبی دین کو تشویش پیدا ہو گئی۔ رمانے سمجھا تا یہ پولیس کے خوف نے اسے
فلک منڈ کر رکھا ہے۔ بولا۔ ماں تم دیکھتے ہو دن کو میں بہت کم گھر سے نکلتا ہوں۔ لیکن یہ
نہیں اپنے ساتھ نہیں لھکھندا چاہتا رہیں تو جاؤ نگاہی رکھتیں کیوں الجھن میں ڈالوں۔
سوچتا ہوں کہ ایسے گاؤں میں جا کر رہوں جہاں پولیس کی ہوا تک نہ ہو۔

دیبی دین نے غور سے سراٹھا کر کیا۔ میرے بارے میں تم کچھ چنتا نہ کرو بھیا! ایساں پولیس سے ڈربنے والے نہیں ہیں۔ کسی پر دلیکی کو اپنے گھر لہرانا کوئی جرم نہیں ہے ہمیں کیا معلوم کہ اس کے پیچے پولیس ہے۔ یہ پولیس کا کام ہے پولیس جانے میں پولیس کا مجرم ہیں۔ کوئی نہیں۔ جاسوس نہیں۔ ہاں کہیں بڑھیا سے نہ کہہ دینا۔ نہیں اس کے پیٹ میں پالی نہ پکے گا۔

دو لوں ایک لمحہ تک خاموش رہے تب دیبی دین بولا۔ کہو تو میں تمہارے گھر چلا جاؤں۔ کسی کو کاونڈ کان جرنہ ہوگی۔ میں ادھر ادھر سے سارا حال پوچھ لوں گا۔ تمہارے باپ سے ملوں گا۔ تمہاری ماں کو بھجاوں گا۔ تمہاری گھروالی سے بات چیت کرو۔ گا۔ پھر جیسا مناسب سمجھنا کرنا۔

رمائے اندر خوش ہو کر کہا۔ لیکن کیسے پوچھو گے دادا۔ لوگ کہیں گے مہیں ان باتوں سے کیا مطلب؟

دیبی دین نے تفہیہ مار کر کہا۔ بھیا اس سے سہل تو اور کوئی کام ہی نہیں۔ ایک جنیوں گلے میں ڈالا۔ اور برہمن بن گئے پھر چاہے ہاں قوہ دیکھو چاہے کندھی باپخوا چاہے شکوں بچا رہ سب کچھ کر سکتے ہو۔ تمہاری ماں بھیک لے کر آئے گی اسے دیکھتے ہی کہوں گا۔ ماتا تیری سے تیر کو پر دلیں میں طراشت ہے۔ اتنا سنتے ہی گھر بھر کے دو گ آبا بیوی گے۔ تمہاری گھروالی بھی آئے گی۔ اس کا ہاتھ دیکھو نہ کا۔ میں ان باتوں میں پکا ہوں کچھ کمالاؤں گا۔ دیکھو لینا۔

رمائے خیال کے منزے لینے نکا۔ جا لیا اس وقت رتن کے پاس دوڑی جائے گی دو لوں طرح طرح کے سوالات کریں گی۔ کیوں بابا وہ کہاں گئے ہیں۔ اچھی طرح ہیں نا۔ کہ تک آئیں گے؟ کبھی بال بچوں کی بھی سدھادتی ہے کہ نہیں۔ وہاں کسی حینہ کے جاں میں تو نہیں چھنس گئے۔

دیے دین بولا۔ تو صلاح ہے؟

رمانے اس کا دل ٹھوٹنے کے ارادہ سے کہا۔ کہاں جاؤ گے دادا! تکلیف ہو گی
دیے۔ ماگھ کا اشناں بھی تو کروں گا رسیں تو کہنا ہوں تم بھی چلو۔ کمی دھرم شالہ
بیں ٹھہر جائیں گے، میں زنگ ڈھنگ دیکھو کر تم سے کہہ دوں گا۔ اگر دیکھنا کہ کوئی کھٹکا ہیں
ہے تو ٹھہر جیے جانا۔ کوئی کھٹکا پور تو میرے ساتھ ہی لوٹ آنا۔
رمانے ہنس کر کہا۔ کہاں کی بات کرتے ہو دادا۔ ایشیں پر اترتے ہی کہیں گرفتار ہو
جاوں توہن!؟

دیے دین نے ذمہ داری کی شان سے کہا۔ گرفتار ہو جانا کیا دل لگی ہے۔ مجھ سے
کہوں ہیں یہیں یا اگ کے تھانے میں سے جا کر کھڑا کروں راگر کوئی ترجیحی آنکھوں سے بھی
دیکھے تو موچھیں مُرطابوں۔ ایسی بات ہے بھلا سینکڑوں خوبیوں کو جانتا ہوں جو
اسی شہر میں رہتے ہیں۔ پولیس کے افراد کے ساتھ دعوییں کھاتے ہیں۔ پولیس اپنی
چلتی ہے پھر کہی کچھ ہیں کوئی سکتی۔ روپریڑی چیز ہے۔

رمانے کچھ حواب نہ دیا۔ اس کے ساتھ ایک نیا مکہ آکھڑا ہوا جن باتوں
کو وہ ناچتر بہ کاری کے باعث محل کھینتا تھا اپنی دیے دین نے بھوں کا کھیل بنا دیا۔
اور بڑھا شیخ بازوں میں ہیں ہے۔ وہ منہ سے جو کچھ کھینتا ہے پورا کر دکھاتا ہے اس نے
سوچا کہ میں پچ پچ دیے دین کے ساتھ ٹھہر جاوں۔ بیاں کچھ روپے مل جلتے تو سوٹ
بوا لیتا پھر شان سے جاتا رہا اس وقت کا تصور کرنے لگا۔ حب وہ نیا سوٹ پہنے
ہوئے ٹھہر جنچے گا اسے دیکھتے ہی کوئی اور نشیر درڑیں گے۔ بیسا آکے بھیا آکے دادا
بنکل آئیں گے۔ راماں کو تو پہلے قیقیں نہ آئے گا مگر حب دادا جا کر ہیں گے ہاں آگیا۔
تب وہ آنوبھاٹی ہوئی دروازہ کی طرف چلیں گی۔ اسی وقت میں پنجھ کراماں کے
پیروں پر گر پڑنگا۔ جاپا وہاں نہ آکے گی دروٹھی ہوئی سطھی رہے گی۔ رمانے دل میں وہ

بائیں بھی سوچ لیں جو وہ خالیا کو منٹے کے لئے کہے گا۔ امن وقت شاید روپے کا ذکر ہی نہ آئے۔ روپوں کا ذکر کرنے میں بھی تو مکلف ہو گا۔ اپنے عزیزوں سے جب کوئی خطہ ہو جاتی ہے تو ہم اس کے رو برو اس کا ذکر کر کے اسے شرمندہ کرنا نہیں چاہتے اور چاہتے ہیں اس بات کا اسے دھیان بھی نہ آئے۔ اس کے ساتھ اس طرح پیش آتے ہیں کہ اسے ہماری طرف سے ذرا بھی شک نہ ہو۔ وہ بھول کر بھی یہ شبھت کہ ان کے دل میں میری طرف سے کدو رت ہے۔

دیجی دین نے پوچھا۔ کیا سوچ رہے ہو چلے گے؟
 رمانے دبی زبان سے کہا۔ تھارا اتنا اصرار ہے تو چلو نگا۔ لگر پہلے نہیں میرے
 گھر جا کر پیدی پوری خبر لافی پڑے گی۔ اگر میرا من نہ بھر تو میں لوٹ آؤ نگا۔
 دیجی دین فے کہا۔ مسحورا
 رمانے شرم سے آنکھیں بخی کر کے کہا۔ ایک بات اور ہے مجھے کچھ کپڑوں کی
 مزورت پڑے گی۔

دیجی دین بن جائی گے۔
 رما۔ گھر پہنچ کر تھار سے روپے دے دو نگا۔
 دیجی۔ اور میں تھاری گورو پچھنا بھی وہی دے دو نگا۔
 رما۔ گورو دیکھنا بھی بخی کو دینی پڑے گی۔ میں نے نہیں چار حروف انگریزی پڑھا دی
 اس سے تھارا کیا بھلا ہوا۔ تم نے مجھے جو بخوبی سمجھائے وہ عمر بھر میرے کام آئیں گے
 مس پر طبا۔ کرنا خوشامد ہے لیکن دادا مان باپ کے بعد جتنی محبت مجھے تم سے ہے اتنی
 اور کسی سے نہیں۔ تم نے ایسے گاڑھے وقت میں میری باہنہ پکڑا۔ جب میں منجد صار
 میں جا رہا تھا۔ ایشور بیجا نے اب تک میری کیا حالت ہوئی ہوتی۔ کس گھاٹ نگا
 ہوتا۔

دیبی دین نے تمنخ سے کہا۔ اور جو کہیں تمہارے دادا مجھے گھر میں گھنے ہیں نہ دیں تو
رمائے دادا تمہاری اتنی خاطر کریں گے کہ تم ادب ہو جاؤ گے۔ جالپا تمہاری اتنی خود
کرنے کی کجوان ہو جاؤ گے۔

دیبی دین نے ہنسکر کہا۔ تب تو بڑھیا مامے ڈاہ کے حل مریگی، مانیگی نہیں! نہیں
میرا تھی تو چاہتا ہے کہ ہم دونوں یہاں سے اپنا ڈیڑھاٹھا لے کر چلتے اور وہیں سر کی تانتے
تم لوگوں کے ساتھ جند کافی آرام سے کٹ جاتی۔ لیکن اس ڈیڑھلی سے کلکتہ نہ پھوڑا جائیگا
تو بات بکی ہو گئی!

رمائے ہاں بکی ہی ہے۔

دیبی۔ دکان کھلنے تو جیلیں کپڑے لادیں۔ آج ہی سلٹے کو دیدیں۔

دیبی دین کے چلنے جانے کے بعد را بڑی دیکھ سہرے تصورات میں بیٹھا ہے۔
جن بند بات کو اس نے کبھی اپنے دل میں قدم نہ رکھنے دیا تھا۔ جن کی گھرائی وسعت اور
شدت سے وہ اتنا ہر اس انہا کہ اس میں پھیل کر دوب جانے کے خوف سے وہ اپر
دل بیقرار کو ادھر پھیلنے لیجی نہ دیتا تھا۔ اسی انہا اور بتا پیدا کنار سمندر میں وہ آج پور
لا ابایی ہیں کے ساتھ تیرنے لگا۔ تصویر نے اسے کشش عطا کر دی تھی، وہ تربیتی کی سیرہ
الفریضیہ کی ہوا خوری و فخر و باغ کے مزے۔ وہ احباب کی مجلسیں سب یاد آ کر اڑ
دل کو گد گدانے لگے۔ رسیش اسے دیکھتے ہی دوڑ کر لگے پیٹ جائیں گے۔ احباب آ
گئے کہاں گئے تھے۔ بابوجی نے تو سارا کلکتہ چہاں مارا۔ پھر جالپا کی نہلگیں صورت سدا
آکھڑی ہوئی۔

بیکا یک دیبی دین نے آکر کہا۔ دم بچ گئے چلو بازار ہوتے آئیں۔

رمائے چلنے کو تیار ہوا۔ لیکن دروانے تک آکر دک گیا۔

دیے دین نے پوچھا، کیوں رک سکتے۔
 رہا۔ مہینی چلے جاؤ، میں جا کر کیا کردیکھا۔
 دیے۔ کیا ڈر رہے ہو؟
 راستہ رہنیں رہا ہوں، مگر کیا فائدہ؟
 دیے، میں اکبلا جا کر کردیکھا مجھے کیا معلوم تھیں کونسا کپڑا اپنے ہے چلکرانی
 پند سے لے لو۔

رہا۔ جو کپڑا اچھا ہے لے لینا۔ مجھے سب پڑھے۔
 دیے۔ مہینی ڈر کس بات کا ہے، میں کہتا ہوں پر لیں تھا ری طرف تکے گی بھی نہیں
 دیے دین نے بہت سمجھایا۔ تشفی دی مگر رہا جنپر رہا نہ ہوا، وہ سوچتا تھا اگر کسی
 سا ہی نے پکڑا یا تو دیے دین کیا کرے گا۔ ناکہر پا ہی سے اس کی جان پیچان بھی ہوتی
 یہ ضروری نہیں کہ وہ سرکاری معاملہ میں بھی دستی کا حق بھاگے۔ دیے دین منٹ خوشاد
 کر کے رہ جائے گا، جا کیگی میرے سر کہیں کپڑا جاؤں تو پریاگ کے بدرے جیل جانا پڑے
 آخر دیے دین لاچار ہو کر اکبلا ہی گیا۔

دیے دین لفڑی بھر میں لوٹا، دیکھا رہا پھست پر ٹھیل رہا ہے۔ بولا کچھ جانتے ہو گئے
 پنج گئے بارہ کامل ہے آج روٹی نہ بننے کیا؟ مگر ملنے کی خوشی میں کھانا پینا چھوڑ دو گے
 یہ دیکھو کپڑوں کا مونڈ لایا ہوں، ان میں جوں اپنڈ کر دے گے لے لوں۔

رمائے عنزوں کو اٹ پٹک کر دیکھا اور بولا۔ اتنے ہنگے کپڑے کیوں لائے۔

دیے۔ سستے تھے مگر والا تھی تھے۔

رہا۔ تم والا تھی کپڑے نہیں پہنتے۔

دیے۔ ادھر سین سال سے تو سنی پہنتے۔ ادھر کی بات نہیں کہتا۔ کچھ بسی
 دام لگ جاتا ہے مگر دیہے تو دیں میں رہ جاتا ہے۔

رانے شرارتے ہوئے کہا تم اپنے اصول کے طریقے پکے ہو دادا۔

دیجاء دین کے چھرے پر عجیب رونق آئی راس کی بھی ہوئی اُنکھیں جپک اُنھیں
اکٹھ کر بلا جس دلیں میں رہتے ہیں جس کا ان جمل کھاتے ہیستے ہیں اس کے لئے اتنا بھی
نہ کریں تو جھنے پر لعنت ہے، وہ جوان بیٹے اسی سودا یتی کی بھینٹ کر چکا ہوں بیٹا۔
اکیلے ایسے پچھے لختے کہ تم سے کیا کہوں، دو نوں مدلشی کپڑوں کی دکان پر تعینات تھے
مجال تھی کہ کوئی لاکھ دکان پر آجائے۔ ملائکہ جوڑ کر ٹھکایا کردھمکا کر شرموا کر سب کو پھر
لیتے لختے۔ بجا جو نے جا کر کشیر سے فریاد کی کہ من کر آگ ہو گیا میں فوجی گورے پیچے کہ
المی جا کر جار سے پہرے اٹھا دو۔ گوروں نے دلوں بھائیوں سے کہا، بیاں سے چلے
جاو۔ مگر وہ اپنی جگہ سے بجوہر بھی نہ ہے۔ بھیر لگ کئی گورے ان پر گھوڑے چڑھا لائے
لختے مگر دلوں بیوان کی طرح ڈٹے کھڑے لختے، جب اس طرح کچھ میں نہ خلا تو سہوں
نے ڈنڈے سے پینا شروع کیا۔ دلوں بیا در ڈنڈے کھاتے لختے پر جگہ سے نہ ہلتے
لختے جب بڑا بھائی اگر چڑھتا تو جھپٹتا بھائی اس کی جگہ اگر کھڑا ہو گیا، اگر دلوں اپنے
ڈنڈے سے بھماں لیتے تو ان بیسوں کو مار لگاتے۔ لیکن ہاتھ اٹھانا تو بڑی بات ہے۔
مرتکہ نہ اٹھایا۔ آخر جھوٹا بھی وہیں گر پڑا۔ دلوں کو لوگوں نے اٹھا کر سپتال بھیجا۔
اسی رات کو دلوں سد نہار گئے۔ نہایتے چون چھوڑ کر ہوتا ہوں بھیا اس وقت بھی ایسا
معلوم ہوتا تھا کہ بیری جھاتی بچھ بھر کی ہو گئی ہے۔ یہی امنگ آتی تھی کہ میگوں نے اور دلوں
کو پہلے نہ اٹھایا ہوتا۔ اس وکھت انہیں بھجدتیا۔ جب جنا جا چلا ہے تو ایک لاکھ
آدمی سامنہ تھا۔ بیسوں کو گنگا کی بھینٹ کرنے کے میں سیدھا بیجا ہے میں پہنچا اور اسی
دکان پر کھڑا ہوا بھاٹ دلوں بیروں کی لمبا س گری تھی۔ لاکھ کے نام چڑھیے
کا پوت تک نہ دکھائی دیا، آٹھ دن وہاں سے ہلانک نہیں، نہ بھوک تھی نہ پیاس۔
نویں دن دکانداروں نے کسم کھائی کہ بلاستی کپڑے نہ مٹکا نہیں گئے تب بچار سے ہٹا۔

تب سے بدیی دیا سلامی اسک گھر میں نہیں لایا۔
رمائے تماز ہو کر کہا۔ دادا تم سچے دیر ہو۔ اور وہ دونوں لڑکے بھی سچے جو وہا
تھے۔

دیسی دین نے اس انداز سے دیکھا، رکھا اپنے کو اس تعریف کا مستحق سمجھتا ہے
شہیدوں کی شان سے بولا۔ ان طبے طبے آدمیوں کے لئے کچھ نہ ہو گا، یہ تو رونا جانتے
ہیں، طبے طبے دلیش بھگتوں کو بلا ایتی سر اب کے بغیر چین نہیں آتا۔ ان کے گھر میں جا کر
دیکھو تو ایک بھی دلیش چیخ نہ لے گی۔ دکھلنے کو دس بیس کرتے ٹھاڑھے کے بنوا سکے
سب کے سب بھوگ تلاس میں اندر ہے ہورہے ہیں۔ چھوٹے بھی اور طبے بھی، اس
پر دھوئے یہ ہے کہ ہم دین کے لئے مرتے ہیں، اسے تم کیا دین کا ادھار کر دے گے پسے
اپنا ادھار تو کرو۔ عزیزوں کو لٹ کر بلایت کا گھر بھرنا تھا را کام ہے اسی لئے تھا را
اس دلیسی میں چشم ہوا ہے۔ ہاں رو تے جاؤ بلا ایتی سر ابین اڑا اُ۔ بلا ایتی موڑیں دوڑا اُ۔
بلایتی مر بے اور اچار چکھو ملایتی بتوں سیں کھاؤ۔ بلایتی دوائیاں پیو۔ بلایتی بھاسا بلو
بلایتی ٹھاٹ بناؤ۔ مگر دلیں کے نام کرو تے جاؤ۔ اور اس رو نے سے کچھ ہو گا رو نے
سے ماں دودھ بلایتی ہے۔ تیرا بیٹا شکار نہیں چھوڑتا۔ روڑا اس کے سامنے جس میں
دیا اور دھرم ہو۔ ایکبار بیاں بڑا بھاری جلسہ ہوا۔ ایک صاحب بہادر کھڑے ہو کر
خوب اچھلے کو دے رہی وہ نیچے کے تو میں نے پوچھا، صاحب تم دلیں کا کیا سوچی
دو گے۔ تم بھی بڑی طلب دو گے۔ تم بھی بنتکوں میں رہو گے۔ بیٹاؤں کی ہوا کھاؤ کے
انگریزی ٹھاٹ بنائے گھو منگے۔ اس سورا ج سے دلیں کا کلیاں ہو گا۔ تھا ری
اور تھا رے بھائی بندوں کو بھلے اڑام اور ٹھاٹ کئے اور دلیں کا تو کوئی بھلانہ ہو گا
تہ بگلیں جھانکنے لگے۔ تھیں بھاروں کی طلب چاہئے۔ گریب کسان کو ایک
جوں سو کھا چینا بھی نہیں ملتا۔ اسی کا ہموجس کرو تو سر کار نہیں ہے دیتی ہے۔

بھی ان غریبوں کا بھی دھیان آتا ہے، ابھی تمہارا راج نہیں ہے تب تو تم اتنا انتہیتے
ہو جب تمہارا راج ہو گا، تب تو تم غریبوں کو میں کری جاؤ گے۔

رامہندب جماعت کی فضیحت نہ سن سکا۔ تم خود بھی تو اس جماعت کا
ایک فرد تھا۔ بولا۔ یہ بات تو نہیں ہے دادا کہ پڑھے لکھی آدمی کے ان کا دھیان
نہیں کرتے۔ ان میں سے کتنے ہی کسان تھے یا میں۔ انہیں اگر لقین ہو کہ بھارے
ٹکلیف اٹھانے سے کافی ناکوئی فائدہ ہو گا۔ اور جو بچت ہو گی وہ کافی کے
لئے تحریکی جائے گی تو وہ خوشی سے ہم توڑے شاہراہ سے کام کریں۔ لیکن وہ
دیکھتے ہیں کہ بچت دوسرا ہے یہاں پر کو جاتے ہیں تو وہ سوچتے ہیں کہ جب دوڑو
ہی کو کھانا ہے تو ہم کیوں نہ کھائیں۔

دیں۔ تو سوراخ طلنے پر بھار بھار دو دو بھار پالنے والے پھر نہیں رہیں گے
رسیلوں کی نوٹ نہیں رہتے گی۔ رپولین کی نوٹ بند ہو جائے گی۔

رماتب سب کام کثرت رائے سے ہو گا۔ اگر کثرت کمیگی کہ سرکاری
ملازموں کی تجوہ مکھا دی جائے تو گھٹ جائیگی۔ کافیوں کے فائموں کے کثرت
جخت روپے مانگے گی مل جائیں گے۔ کبھی کثرت رائے کے ہاتھوں میں رہتے گی اور
ابھی دس پانچ برس چاہئے نہ ہو لیکن اسی کے بعد کثرت رائے کافیوں اور مزدوروں
ہی کی ہو گی۔

دیں نے مسکرا کر کھا۔ بھیا! تم بھی ان باقتوں کے سمجھتے ہو۔ میں نے بھی
سوچا تھا بھگوان کے کچھ دن اور جیوں۔ اچھا اب کھانا پکا۔ سانچہ کو چلکر کپڑے
درجی کو دیدیں گے۔

جب اندر ہیرا ہو گی تو دیں نے اکر کھا جلو کپڑے سلوالیں۔
رامسر پر ہاتھ رکھتے سیچھا تھا چہرہ عالمگین تھا بولا۔ دادا میں گھرنے جاؤں گا۔

دی دین نے تھب سے پوچھا کہیوں کیا بات ہوئی۔ رہا کی آنکھیں آب گریں
ہو گئیں بولا۔ کوئی سامنے کریا وکیں مجھے توڑوب مزنا چل پائے تھا۔
یہ کہتے کہتے یہ کھل کر روپڑا۔ وہ درد دل جواب تک بے ہوش پڑا ہوا تھا
ٹھنڈے یا فی کے یہ چھینٹے پا کر ہوش میں آگیا تھا۔ اور اس کی آہیں تیر کی طرح اس کے سارے
دوخود کو چھیدیے ڈالتی تھیں۔ اسی نالہ وزاری کے طرف سے وہ اسے پھر تانہ تھا، گویا
کوئی غم لفیض مان اپنے بچے کو اس لئے جگاتی ڈرتی ہو کر وہ فروڑ کھانے کو مانگنے لگے
گا۔

(۳۷)

کئی دنوں کے بعد کوئی فوجے رہا کتب خانے سے وٹ رہا تھا کہداستہ میں اسے
کئی آدمی کسی شطرنج کے نقشہ کا ذکر کرتے ہوئے ملے۔ یہ نقشہ وہاں کے ایک ہندی
روزانہ اخبار میں پھیپھا تھا اسے حل کرنے کے لئے پیاس روپیے انعام کا وعدہ تھا۔
ان آدمیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ نقشہ بہت مشکل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں کے
کشے ہی شاق شطرنج بازوں نے اسے حل کرنے کی بھروسہ کو شش کی، مگر کچھ پیش شنگی
یکاکی رہا کیا دا آیا کہ کتب خانہ میں ایک اخبار پر بہت سے آدمی جھکے ہوئے تھے
اور نقشہ کو نقل کر رہے تھے اب معلوم ہوا یہ بات تھی۔

رہا کی ان میں سے کسی سے بھی جان پیچاں نہ تھی مگر وہ نقشہ دیکھنے کے لئے
اتا بے قرار ہوا کہ اس سے بغیر پوچھے نہ رہا گیا۔ بولا آپ لوگوں میں کسی کے پاس
یہ نقشہ ہے

ان جوانوں نے ایک مکمل پوش دہقان کو یہ سوال کرتے نا تو سمجھے کہی
عطائی ہو گا۔

ایک نے بے اعتنائی سے کہا۔ ہاں ہے تو مگر تم دیکھو کر کیا کرو گے رہا ان آپ

اپنے غرطے کھاریے ہیں۔ ایک صاحب نے جو شترنج میں اپنا شانی ہنسی رکھتے، اسے حل کرنے کے لئے اپنے پاس سے تصور و پیشے دینے کا وعدہ کیا ہے۔
دوسراؤ جو ان بولارڈ کھا کیوں ہنسی دیتے ہجاتی، کون جانے یہی بے چارے حل کر لیں شاید انہی کی طبیعت لڑ جائے۔

اس تحریک میں ہمدردی ہنسی طنز تھا، اس میں یہ خیال تھیا ہوا تھا کہ ہمیں دکھانے میں تو کوئی عذر نہیں ہے، دیکھ کر انہی انہیں ٹھنڈی کرو۔ مگر تم جیسے الٹجہ ہی ہنسی، نکلتے حل کیا کریں گے۔

ایک دکان میں جا کر انہوں نے رما کو نقشہ دکھایا اور ماکو فوراً یاد کیا یہ نقشہ ہمیں دیکھا ہے رسولچنے لگا کہاں؟

ایک نے پتھی لی۔ آپ نے تو حل کر لیا ہوگا۔

دوسرے بولارڈ اب کیا ہی چاہتے ہیں۔

تمیرا، ذرا دو ایک چال ہمیں تباہی۔

رمانتے برلنگٹنہ ہو کر کہا، میں یہ ہنسی کہا کہ میں اسے حل ہی کرو نگاہ۔ مگر ایسا نقشہ میں نے ایک بار حل کیا ہے اور یہتھ ممکن ہے اسے بھی حل کروں۔ ذرا کاغذ پشنل دیکھئے نقل کر لوں۔

اس برجستہ جواب نے رما کا وقار فاصلہ کر دیا، اسے کاغذ پشنل مل گیا، اس نے نقش نقل کیا۔ ان کا شکریہ ادا کیا اور لگھ جیا۔

لگھ سیچکر ملنے اس نقشہ پر دماغ رطا نا شروع کیا۔ لیکن مہروں کی چالیں سوچنے کے عوقہ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ یہ نقشہ دیکھا کہاں۔ شاید وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ یاد آتے ہی اسے نقشہ کا حل بھی موجود ہے۔ ویگر جانداروں کی طرح دماغ بھی بہانہ تلاش کیا کرتا ہے، رما آدمی رات تک نقشہ کھوئے یہیمارہ۔ شترنج کی جو بڑی بڑی معوکے کی